The Flapes Written by Samina Raja:An Analysis

ثمینہ راجہ کے تحریر کردہ فلیپس: ایک تجزیہ

Ghulam Shabbir *[1]
Ph.D. Scholar, Institute of Urdu Language and Literature,Oriental Colleg, Punjab University, Lahore.
Dr.Arifa Shehzad*[2]
Associate Pfofessor, Institute of Urdu Language and Literature,Oriental Colleg, Punjab University, Lahore.

[1] ***غلام شبیر**

پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ ادبیاتِ زبان و ادب ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

*[2] **ڈاکٹر عارفہ شہزاد**

ایسوسی ایٹ پروفیسر

ادارہ ادبیاتِ زبان و ادب، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

.

Correspondance: arifa.iull@pu.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 17-02-2025
Accepted:22-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Samina Raja was a renowned poet, editor, translator and prose writer. She has a prominent status in the list of feminist Urdu writers. She had written eleven poetic mile stones to announce herself as a modern romantic poet. She wrote beautiful flaps in the beginning of each poetic book. These flaps are introducing Samina Raja as a beautiful prose writer, which is another literary genre associated to her. Here we analyze her flaps in respect of current literary norms. Whether can we say a good prose writer along with her poetic status?

KEYWORDS: Samina Raja, Flapes, Analysis, Ashraf Kamal ,Review, Romantic, Poetry, Literary History, Love , Life , Hate, Sadness.

ثمینہ راجہ کی اردو منظر نامے پر پہچان ایک شاعرہ کی ہے۔انہوں نے گیارہ شعری مجموعے "ہویدا"، "شہر سبا"، "خوابنائے"، "اور وصال"، "باغ شب"، "بازدید"، "ہفت آسمان"، "پری خانہ"، "عدن کے راستے پر"، "دلِ لیلیٰ" اور "عشق آباد" لکھے ہیں اور یہ 1995ء سے 2005ء کے درمیانی عرصے میں چھپتے رہے ہیں۔ان میں سے پہلے چار شعری مجموعے کلیات "کتاب خواب" میں 2004ء میں اکٹھے کر دیئے گئے اور اس سے اگلے چار شعری مجموعے کلیات "کتاب جاں" میں 2005ء میں اکٹھے کر کے شائع کر دیئے گئے۔اس کے علاوہ انہوں نے اپنے پہلے چار شعری مجموعوں میں سے ایک انتخاب "وہ شام ذرا سی گہری تھی" بھی شائع کیا۔انہوں نے مختلف رسائل کی ادارت بھی کی ہے اور ترجمہ نگاری کے میدان میں بھی اپنے فن کا لوہا منوایا ہے اور دو شہرہ آفاق انگریزی کتب کا اردو میں ترجمہ کر کے ان کو "شرق شناسی" اور "برطانوی ہند کا مستقبل" کے نام سے شائع کیے۔اس کے علاوہ ان کے ہاں نثر کے بھی شاندار نمونے موجود ہیں۔انہوں نے اپنی ادارت میں چھپنے والے رسائل میں اداریے لکھے ہیں اور ایک غیر مطبوعہ افسانہ بھی "ناگفتنی" کے عنوان سے موجود ہے۔اس کے علاوہ ثمینہ راجہ کی نثری تحریریں مزید دو صورتوں میں ملتی ہیں۔پہلی صورت ان کے خطوط ہیں جنھیں سید انیس شاہ جیلانی نے "ثمینہ راجہ کے خط" کے نام سے 2017ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔اور دوسری صورت ان کے شعری مجموعوں پر لکھے گئے فلیپ شامل۔اس آرٹیکل میں ہم ان کے فلیپس کا تجزیہ پیش کریں گے۔انھوں نے اپنے تقریباً تمام شعری مجموعوں پر فلیپ لکھے ہیں۔جن میں انھوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ان میں زیادہ تر فلیپ ایسے ہیں جن میں انھوں نے اپنے فن کی نوعیت اور تقاضوں پر بات کی ہے۔کچھ کتابوں کے فلیپ پر انہوں نے اپنے مدعا کا بیان نثری نظم کی صورت میں بھی کیا ہے جیسا کہ "خوابنائے"۔لیکن یہاں پر ہم صرف نثری فلیپس پر بات کریں گے۔ فلیپ کہتے کسے ہیں، یہ سمجھنے کے لیے ڈاکٹر اشرف کمال کی یہ مختصر سی تعریف ہی کافی ہے:

> "کسی مصنف کی کتاب پر مختصر رائے جو کتاب کے پسِ ورق پر یا اندرون فلیپ پر دی جاتی ہے۔"(1)

فلیپ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔بعض اوقات شاعر کسی نقاد یا دوسرے شاعر سے اپنی کتاب پر تبصرہ لکھواتا ہے اور بعض صورتوں میں وہ خود کتاب کا فلیپ لکھتا ہے۔ثمینہ راجہ کے ہاں فلیپ کی دوسری صورت پائی جاتی ہے۔انھوں نے خود اپنی کتابوں پر فلیپ لکھے ہیں جن میں انھوں نے اپنی کتابوں کی وجہ تسمیہ کے ساتھ ساتھ بعض فکری و فنی پہلو بھی نہایت شستہ،ادبی اور فصیح زبان میں بیان کیے ہیں۔

ثمینہ راجہ کے مکاتیب اور ان کے فلیپ میں استعمال ہونے والی زبان میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ان کے فلیپ شعری اسلوب کے حامل ہیں۔انھوں نے شعری انداز میں الفاظ کا استعمال کیا ہے۔بعض اوقات ان کے فلیپ پر نثری نظم کا گمان ہوتا ہے۔ثمینہ راجہ کا ایک شعری مجموعہ "عدن کے راستے پر" کے عنوان سے ہے۔اس مجموعے میں ان کی نظمیں

شامل ہیں۔ ثمینہ راجہ نے اپنے اس شعری مجموعے کے فلیپ میں اپنے احساسات اور جذبات کے ساتھ اپنے شاعری پر بھی بات کی ہے۔ مثال کے طور پر "عدن کے راستے پر" میں لکھتی ہیں:

"وہی خواب ایک بار پھر دیکھنا ہے۔۔۔ جیسے میں نے شبستانِ راحت میں
مخمور دیکھا تھا۔۔۔ عجب آرزو ہے جو گیلی زمین کی ہری کوکھ سے پھوٹ کر
میرے ویران تن میں شناور درخت بن گئی ہے۔"(2)

ثمینہ راجہ کی شاعری کا اجمالی جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں رومانوی موضوعات تواتر سے بیان ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی تخلیقات میں رومانیت کے متعدد رنگ بکھیرے ہیں۔ ان کی غزلیات اور نظمیں دونوں اصناف میں رومانوی انداز ملتا ہے۔ انھوں نے اپنے مجموعوں پر لکھے گئے فلیپ کی تحریروں میں بھی رومانی طرزِ تحریر اپنایا ہے۔ وہ ایسی منظر کشی کرتی ہیں کہ قاری کی نظروں کے سامنے وہ نقش گھوم جاتے ہیں۔ وہ اس انداز میں مناظر فطرت کی دلکشی اور رنگینی بیان کرتی ہیں کہ ایک مسحور کن کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ شعری مجموعے "عدن کے راستے پر" میں بھی انھوں نے اس حوالے سے رومانی مناظر کی پیشکش کی ہے۔ ان مناظر میں نیلی نیلی فضا، سورج کی کرنیں، نرم پتوں سے ملبوس سیبوں کے باغات اور آب شاروں کا تذکرہ دلکش پیرائے میں ہوا ہے۔ ان تمام عناصر کے بیان سے وہ خوبصورت سی فضا پروان چڑھاتی ہیں:

"ہر اک سمت سے مرحبا کہتی نیلی فضا میں مترنم پتوں کا ملبوس لہرائے۔
سیبوں کے باغات سے بہہ کر آتا ہوا آبِ شیریں، میرے خشک ہونٹوں کو چھو
لے۔"(3)

ثمینہ راجہ نے اپنے شعری مجموعے "عدن کے راستے پر" کے فلیپ میں اپنے جذبات و احساسات کو خوبصورتی کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ انھوں نے اس فلیپ میں شاعر کی ذات اور شاعر کے تصورات کی بھی عکاسی کی ہے۔ ثمینہ راجہ نے شاعر کی زندگی کو ایک نظم سے تشبیہ دی ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ کسی شاعر کی زندگی بھی ایک شعری نظم کی صورت اختیار کر سکتی ہے لیکن اس میں دراصل حقیقت سے زیادہ خواب اور تخیل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ وہ شاعر کی زندگی میں سیرابی سے زیادہ پیاس، نیند سے زیادہ خواب، موجود سے زیادہ ناموجود اور حاصل سے زیادہ لاحاصل کا کردار اہم سمجھتی ہیں۔ ان کے نزدیک زندگی دکھ اور مصائب سے ہی تشکیل پاتی ہے، سکھ اور خوشیاں تو عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہیں جن پر مستقل طور پر میسر رہنے والے مصائب و تکالیف کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے فلیپ میں ان تمام عوامل کا تقابل کرتے ہوئے شاعر کی زندگی کی ایک جھلک پیش کی ہے:

"شاعر کی زندگی واقعی نظم بن سکتی ہے۔ لیکن سیرابی سے نہیں پیاس سے،
نیند سے نہیں خواب سے، موجود سے نہیں، ناموجود سے، حاصل سے نہیں
لاحاصل سے، وصل سے نہیں ہجر سے، کاش اور تلاش سے۔" (4)

مندرجہ بالا اقتباس میں ثمینہ راجہ نے اپنے فن کو دیگر فنکاروں کے فن کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے۔اس ہم آہنگی میں انھوں نے ایک تخلیق کار کی تخلیقات کے پس منظر میں کار فرمائی کرنے والے محرکات کے عکاسی کی ہے۔انھوں نے شاعر کی زندگی میں پائی جانے والی اضطراب اور بے چینی کی کیفیات کو فن کی تخلیق کا محرک قرار دیا ہے۔وہ سمجھتی ہیں کہ ایک خواب کی تکمیل اور نامکمل کو مکمل کرنے کی خواہشات ہی ایک شاعر کو تخلیقِ عمل پر اکساتی ہیں۔وہ اپنی شاعری کا تعلق بھی اسی سلسلے سے وابستہ کرتی ہیں۔

ثمینہ راجہ کے سوانحی حالات کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کے شب و روز کا زیادہ تر وقت مطالعے میں گزرتا تھا۔وہ اپنا زیادہ وقت کتابیں پڑھنے میں صرف کرتیں۔شادی کے بعد ان کے میاں ڈیوٹی پر چلے جاتے تو گھر میں سارا دن اکیلی ہوتیں۔اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے انہوں نے کتابوں کا سہارا لیا اور وہ اپنا فارغ وقت مطالعہ میں گزارنے لگیں۔شادی سے پہلے بھی کتب بنی اور مطالعہ ہی ان کا بہترین مشغلہ تھا۔فراغت کے ان دنوں نے انہیں بے پناہ فائدہ دیا۔انہیں دنیا کے سیاسی نظریات، ادبی رجحانات، سماجی معاملات، اور عمرانی روایات کو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔انھوں نے اپنے مکتوبات میں بھی کتابیں پڑھنے کے حوالے سے دوستوں کے نام تحریریں لکھی ہیں۔وہ کتابوں کے حصول کے لیے بھی ہمیشہ سرگرمِ عمل رہیں۔ثمینہ راجہ کی زندگی میں کتابوں کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔وہ کتاب کو انسان کے ہم پلہ قرار دیتی ہیں۔وہ سمجھتی ہیں کہ کتابیں بھی انسانوں کی طرح سانس لیتی اور عدم سے وجود میں آتی ہیں:

> "انسانوں کی طرح کتابیں بھی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔سانس لیتی ہیں،
> مسکراتی ہیں،اور زندگی کی گہما گہمی میں کھو جاتی ہیں۔انسانوں کی طرح کتابوں
> کی پیدائش کا بھی وقت مقرر ہوتا ہے۔" (5)

ثمینہ راجہ تمام عمر تخلیقِ شعر و ادب بھی مصروفِ عمل رہیں۔ان کے نزدیک شعر و ادب کی تخلیق ایک مقدس فریضے کا درجہ رکھتی ہے۔انھوں نے اپنے دوستوں کے نام لکھے گئے خطوں میں اپنی تخلیق کی کارگزاریوں کا احوال بیان کیا ہے۔انھوں نے ان دنوں کے بارے میں افسردگی کا اظہار کیا ہے جن دنوں میں ان کا تخلیقی عمل سست روی کا شکار رہا۔ثمینہ راجہ کے لیے سب سے زیادہ پرمسرت لمحہ کتاب کے ساتھ کی صورت میں ہوتا ہے۔وہ اپنی کتاب کی اشاعت کو ایک اہم سنگِ میل قرار دیتی ہیں۔وہ "عدن کے راستے پر" کی اشاعت کو اہم سنگِ میل قرار دیتے ہوئے فلیپ میں لکھتی ہیں:

> "یہ واقعہ میرے لیے اہمیت کا حامل ہے۔مسافر کے لیے اس کے سفر کا ہر
> سنگِ میل اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔"(6)

ثمینہ راجہ دورِ جدید کے انسان کی مصروف زندگی اور ان کی مادی تصرفات کو پورا کرنے والی دوڑ دھوپ کا باریکی سے مشاہدہ کرتی ہیں اور اپنے قریبی رشتوں ناطوں کی قربت کی لذت سے بے نیاز لوگوں کی مشینی زندگیوں پر افسردہ ہوتی ہیں۔ثمینہ راجہ کا تعلق ایک خاندانی اقدار اور روایات سے بھرپور گھرانے سے تھا۔جس میں اپنے قریبی رشتوں اور قریبی تعلق داروں کے ساتھ قائم کردہ تعلق کو تا عمر نبھایا جاتا تھا۔اپنی مادی مفادات کو پس پشت ڈال کر تعلقات کو نبھانے کی خاطر

خود کو ان تعلق داروں سے علاحدہ کوئی دوسرا وجود نہ سمجھا جاتا اور مکمل سپردگی کا مظاہرہ کیا جاتا۔ لیکن تہذیب نے پلٹا کھایا اور لوگ اپنی ذات تک محدود ہو گئے۔ دوسروں کی تکالیف کو محسوس کرنے والے جذبات ماند پڑ گئے۔ لوگوں کے جینے کا مقصد محض اپنی ذات تک محدود ہو گیا۔ مصروفیت اس قدر بڑھی کہ اپنے عزیز و اقارب کی بیماری پر تیمار داری اور وفات پر افسوس کرنے کے لیے بھی وقت نہ نکل سکا۔ اگر وقت نکالا بھی تو انتہائی محدود اور اس دوران بھی فون پر کتنے کام سمیٹ لیے۔ ثمینہ راجہ نے اپنے مجموعوں پر لکھے گئے فلیپ کی تحریروں میں اس سماجی پلٹاؤ کے حوالے سے بھی اپنے محسوسات کا اظہار کیا ہے۔ وہ دنیا کو ایک پر ہجوم مقام قرار دیتی ہیں۔ وہ دنیا کی تیزی اور اس کے روند ڈالنے کی روش کے بارے میں لکھتی ہیں:

> "یوں بھی تو یہ دنیا ایک پر شور اور پر ہجوم جگہ ہے۔ جہاں سب سے پیشتر جدید ترجیحات کی تیز رفتاری نے اپنی قدیم روحوں کو روند ڈالا ہے۔ انہوں نے اپنی شکلوں کو مدھم پڑنے پر اپنے پھولوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ میں ان کی اس روش سے بہت غمزدہ ہوں۔"(7)

ثمینہ راجہ کے شعری مجموعوں کے ساتھ ساتھ ان کے شعری کلیات بھی شائع ہوئے ہیں۔ چار شعری مجموعوں پر مشتمل کلیات "کتاب خواب" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس کلیات پر احمد ندیم قاسمی اور احمد فراز کے تاثرات شامل کیے گئے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے ثمینہ راجہ کو غزل اور نظم دونوں اصناف میں یکساں مہارت رکھنے والی شاعرہ قرار دیا ہے۔ کلیات "کتاب خواب" کا فلیپ ثمینہ راجہ نے خود لکھا ہے۔ اس کلیات میں انھوں نے اپنی ذات اور شاعری کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ اس کلیات میں شامل فلیپ ان کے شعری مجموعے "عدن کے راستے پر" سے مختصر ہے۔ اسلوبی حوالے سے اس فلیپ میں سادہ اور عام فہم الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ ثمینہ راجہ نے وضاحتی انداز میں مختلف امور کو موضوع سخن بنایا ہے۔ اس فلیپ کی تحریر میں سادگی اور سلاست پائی جاتی ہے اور طرز بیان عام فہم ہے۔

ثمینہ راجہ نے شعری کلیات "کتابِ خواب" کے فلیپ میں سوال اٹھایا ہے کہ میں شعر کیوں کہتی ہوں؟ اور پھر اس سوال کا جواب تحریر کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ شاعری کے ساتھ دیگر عناصر بھی شامل کرتی ہیں۔ مثلاً زندگی، محبت، اور غم۔ انھوں نے ان چاروں عناصر کی وضاحت کرتے ہوئے شاعری کا جواز مہیا کیا ہے۔ وہ شاعری کو زندگی، محبت اور غم کی طرح لازم قرار دیتی ہیں۔ ثمینہ راجہ نے وضاحت کی ہے کہ شاعری آورد صورت کا نام نہیں بلکہ الہامی کیفیت کا نام ہے۔ ثمینہ راجہ اپنی شاعری کو بھی الہامی کیفیت سے ہم آہنگ کیا ہے اور ان کیفیات کے حوالے سے شعری تخلیق کی واردات کا بیان بھی شامل کیا ہے۔ وہ تخلیق شعر کے حوالے سے اپنا احوال بیان کرتی ہیں:

> "میں شعر کیوں کہتی ہوں، نہیں جانتی۔ اس لیے کہ میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے پہلی مرتبہ آنکھ کھول کر خود کو دیکھا تو منکشف ہوا کہ میں پیدائشی طور پر کچھ چیزوں کی اسیر ہوں۔ زندگی، شاعری، محبت اور غم۔"(8)

ثمینہ راجہ اپنی ذات یا شخصیت کی تکمیل میں بھی ان چار عناصر کی پیشکش دیکھتی ہیں۔ وہ اپنی شخصیت کی تشکیل میں شاعری کو اہم جزو قرار دیتی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ انھوں نے جب پہلی بار ہوش سنبھالا تو ان کو محسوس ہوا کہ شاعری ان کی ذات کے ساتھ ہم آہنگ قرار پائی ہے۔ انھوں نے شاعری کو زندگی کی طرح لازمی قرار دیا۔ جس طرح زندگی موت کی متضاد صورت ہے۔ اسی طرح شاعری بھی انسان کو مہلت عطا کرنے کا سبب ہے۔ ثمینہ راجہ کی شاعری محبت کے لطیف جذبات سے مزین ہے۔ انھوں نے اپنے اشعار میں محبت کی کیفیات اور جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اس کی مختلف جگہوں اور صورتوں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کے ہاں محبت ایک آفاقی جذبے کی صورت میں نظر آتی ہے۔ وہ کائنات کے ذرے ذرے میں محبت کا رنگ دیکھتی ہیں۔ انھوں نے محبت کی کیفیات کے بیان میں اپنی ذات کی پیشکش بھی کی ہے۔ وہ محبت کی کیفیات کی اپنی ذات پر کار گزاری کا احوال بیان کرتی ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ساتھ ساتھ اپنی کتابوں پر لکھے گئے فلیپ کی تحریروں میں بھی محبت اور کیفیاتِ محبت کی کار گزاری بیان کی ہے۔ انھوں نے اپنے شعری کلیات "کتاب خواب" کے فلیپ میں بھی محبت کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور اس تناظر میں اپنی کیفیات واحساسات کو تحریر کا جامہ پہنایا ہے:

> "محبت جو آدمی کی کایا پلٹ دیتی ہے، اپنے سوا کچھ یاد نہیں رہنے دیتی۔ جینے
> دیتی ہے نہ مرنے دیتی ہے۔ محبت جس طرح میرے وجود پر چھائی رہی اور غم
> جس کے حضور میں سراپۂ سپاس ہوں، غم جو گہرے پانیوں میں لے جاتا ہے،
> باقی سب کچھ محو کر دیتا ہے۔" (9)

فلیپ کے مندرجہ بالا اقتباس میں ثمینہ راجہ نے محبت کے ساتھ غم کا بیان بھی شامل کیا ہے۔ وہ خود کو ہمیشہ غم کے حضور سراپا سپاس شمار کرتی ہیں۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ غم انھیں گہرے پانیوں میں لے جاتا ہے اور اس صورت میں سب کچھ محو ہو جاتا ہے۔ ثمینہ راجہ کا دل غم کے جذبات سے لبریز ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ اپنے دل کو غم میں لپٹا ہوا محسوس کرتی ہیں۔

شاعری میں خوابوں کا عمل دخل ضروری ہے۔ ثمینہ راجہ جب اپنی شاعری کا احوال بیان کرتے ہوئے اس میں خوابوں کے حصے کو شامل کرتی ہیں۔ وہ وضاحت کرتی ہیں کہ انسانی زندگی میں ایک مقام ایسا ضرور آتا ہے جب وہ سہانے خواب دیکھنے لگتا ہے۔ وہ ایک خیالی دنیا سجالیتا ہے اور اسی دنیا میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اسے سراب اچھے لگتے ہیں۔ وہ یوٹوپیائی دنیا کا شہنشاہ ہوتا ہے۔ لیکن جلد اس پر حقائق کی تلخیاں وارد ہونے لگتی ہیں اور وہ ان خوابوں سے نکل کر مادی دنیا کی حقیقت کو تسلیم کر لیتا ہے۔ لیکن ثمینہ راجہ تو ان خوابوں کو اپنی مکمل زندگی پر محیط قرار دیتی ہیں:۔

> "ہر شخص عمر کے کسی نہ کسی حصے میں خواب ضرور دیکھتا ہے اور سچائی سے
> ضرور پیار کرتا ہے۔ مگر میں نے پوری زندگی سچائی کے عشق میں اور خوابوں
> کی کیفیت میں بسر کی ہے۔" (10)

ثمینہ راجہ کا دوسرا شعری کلیات "کتاب جاں" کے عنوان سے شائع ہوا۔یہ کلیات ان کے چار شعری مجموعوں "باغِ شب"، "باز دید"، "ہفت آسماں" اور "پری خانہ" پر مشتمل ہے۔اس کلیات پر احمد ندیم قاسمی اور فتح محمد ملک نے تبصرے لکھے ہیں۔ جب کہ ثمینہ راجہ نے خود اس کلیات کا فلیپ لکھا ہے۔اس فلیپ میں انھوں نے شعرا کے مزاج اور شعراء کی عادات و خصائل کو اجاگر کیا ہے۔انھوں نے فلیپ کی تحریر کی ابتدا میں میر تقی میر کا احوال بیان کیا ہے۔ میر تقی میر کی شخصیت بڑی دلچسپ تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی ذات میں مگن رہتے تھے۔کسی کے ساتھ فضول گفتگو نہیں کرتے تھے۔عام لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنا وہ زبان خراب کرنا گردانتے تھے۔نوابین اور امرا کے ساتھ بھی وہ برابری کی سطح پر گفتگو کرتے تھے۔ ثمینہ راجہ نے میر تقی میر کی طبیعت، مزاج اور تنہائی کے حوالے سے ان کی نفسیات کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتی ہیں اور آخر میں ان کی تنہامزاجی کا خوبصورت جواز بیان کرتی ہیں۔وہ کہتی ہیں:

"کوئی شخص تھا، اس نے عمر جس تنگ و تاریک حجرے میں گزار دی، اس کے پچھواڑے کھلنے والی کھڑکی نہیں کھولی۔حالانکہ وہ کھڑکی خوبصورت باغ میں کھلتی تھی۔کیونکہ اس شخص، اس بے نیاز اور درویش کے اپنے باطن میں ایک باغ کھلا تھا۔کیونکہ وہ شخص شاعر تھا میر۔"(11)

ایک حساس اور فطین انسان ہی کسی دوسرے شخص کے باطن میں جھانک کر اس کی ظاہری شخصیت کے خواص کی بنیادیں تلاش کر سکتا ہے۔مندرجہ بالا اقتباس میں ثمینہ راجہ نے میر کی شخصیت کی نمایاں خوبیوں کا ان کے باطن میں سے ہی جواز فراہم کیا ہے۔دیگر شاعروں کے لیے بھی ان کی پرکھ کا یہی معیار ہے۔میر کا ذکر کر کے وہ ایک عام شاعر کی باطنی کیفیات کی عکاسی کرتی ہیں کہ شاعر اپنے آپ کو خارجی ماحول سے کس طرح الگ کر لیتا ہے اور اپنے داخل کی دنیا میں محو رہتا ہے۔ثمینہ راجہ نے میر کی مناسبت سے ہر شاعر اور تخلیق کار کی نفسیات کی عکاسی کی ہے۔ثمینہ راجہ اپنے فلیپ میں شاعر کو عام لوگوں سے مختلف قرار دیتی ہیں۔ان کا دنیا اور عناصرِ دنیا کو دیکھنے کا انداز عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے اور یہ خوبی اکتسابی نہیں بلکہ خدائی ودیعت ہوتی ہے۔ان کے مطابق شاعر کا خمیر عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے اور اس کی شخصیت کی تشکیل میں کوئی ایک جزو کم یا ایک جزو زیادہ ہوتا ہے۔ثمینہ راجہ "کتاب جاں" کے فلیپ میں لکھتی ہیں:

"شاعر بھی سب آدمیوں جیسا آدمی ہی ہوتا ہے لیکن اس کا خمیر شاید تھوڑا سا مختلف ہوتا ہے۔شاید اس کے اجزائے ترکیبی میں ایک عنصر کم ہوتا ہے یا ایک عنصر زیادہ۔" (12)

ثمینہ راجہ نے اپنے فلیپ میں شاعر کی داخلی کیفیات کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔انھوں نے دلکش پیرائے میں شاعر کی داخلی کیفیات اور احساسات کو بیان کیا ہے۔وہ تخلیقی عمل کی بدولت اس کی شخصیت میں پیدا ہونے والے تبدیلیوں بیان کرتی ہیں۔ثمینہ راجہ نے شاعر کے شب و روز کے معمولات کا ذکر کرتے ہوئے اس کے باطنی معاملات کی تہہ تک پہنچ کر ان کو صفحہ قرطاس پر بیان کیا ہے۔انھوں نے اپنے فلیپ میں دن اور رات کے حالات کے

تغیرات کی بدولت شاعر کی شخصیت اور مزاج پر رونما ہونے والے تغیرات کا بیان شامل کیا ہے۔ایک تخلیق کار کا دماغ کبھی سوتا نہیں بلکہ وہ ہمہ وقت تخلیقی عمل میں مگن رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے تخلیق کار جو گزرے ہیں ان کی نیند کا دورانیہ بہت کم رہا ہے اور اگر وہ سو بھی جائیں تو ان کے خواب بھی تخلیق سے ملحق ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے ثمینہ راجہ خوابوں کو بہت اہمیت دیتی ہیں۔ ثمینہ راجہ شاعر کی داخلی کیفیت کا بیان کرتی ہیں۔وہ اپنی ذات کو ان کیفیات سے ہم آہنگ کر کے اس ضمن میں لکھتی ہیں:

"راتوں کو جب دنیا گہری نیند میں ہوتی ہے وہ چونک کر جاگ اٹھتا ہے۔اسے زمین اور آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی خاموشی میں ایک دھمک سنائی دینے لگتی ہے۔ جیسے دل کے ساتھ ساتھ پوری کائنات دھڑک رہی ہو۔"(13)

ثمینہ راجہ زندگی، شاعری اور غم کے علاوہ محبت کے خوبصورت جذبات کی شاعرہ ہیں۔انھوں نے اپنی شاعری میں محبت جیسی لطیف کیفیات کی پیشکش کی ہے۔انھوں نے اپنے خطوط میں بھی محبت کی کاریگری بیان کی ہے۔وہ محبت کو محض محبوب کی ذات تک محدود نہیں سمجھتی۔ان کے نزدیک اس کائنات کی تخلیق کی بنیاد ہی محبت پر رکھی گئی ہے۔اس کائنات کے جملہ عناصر اور ادنیٰ سے ادنیٰ ذرات بھی اس آفاقی محبت کے مظاہر ہیں۔ثمینہ راجہ محبت کرنے والوں کو خوش نصیب لوگ قرار دیتی ہیں۔ان کے مطابق محبت کرنے والے خوش نصیب اور خوش بخت لوگ ہوتے ہیں۔انھوں نے اپنے فلیپ میں محبت کی وضاحت میں لکھا ہے:

"محبت کرنے والے خوش بخت لوگ ہوتے ہیں۔ تمام بدنصیب لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوش بخت۔"(14)

ثمینہ راجہ نے اپنے شعری مجموعے "دلِ لیلیٰ" کے فلیپ میں محبت کے ساتھ ساتھ محبت کرنے والوں کی حالت کو بھی بیان کیا ہے۔ایسے لوگوں کو ممکن ہے زندگی کی زیادہ تلخیوں کا سامنا کرنا پڑے، ان کی مشکلات عام لوگوں سے زیادہ ہوں۔ پھر اسی طرح وہ محبت، عشق، ہجر اور وصال کے کیف اور لطف میں بھی دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ سرشار ہوتے ہیں۔ ثمینہ راجہ کے مطابق ایسے لوگ ہجر اور وصال سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ان کی فطرت میں بے نیازی پائی جاتی ہے۔اگر جذبہ محبت اپنے اعلیٰ و ارفع مقام پر ہو تو اس صورت میں محبت کرنے والا خود کو ہجر اور وصال کی کیفیات سے الگ اور جدا محسوس کرتا ہے۔معاملاتِ محبت کے حوالے سے اس ضمن میں الوہی اور وجدانی کیفیات در آتی ہیں۔ثمینہ راجہ "دلِ لیلیٰ" کے فلیپ میں لکھتی ہیں:

"ان کی روحیں کسی الوہی ساز کی وجد آفریں لے میں پُر فضا ہوتی ہیں اور دل سرشاری کی انتہا پر پہنچ کر کائنات کی طرح بے کنار ہو جاتے ہیں۔"(15)

شعری مجموعے "دلِ لیلیٰ" کے فلیپ میں ثمینہ راجہ نے محبت کے معاملات کا تذکرہ کرنے کے بعد ایک خالص تخلیق کار اور فن کار کا مقام و مرتبہ بہت ارفع گردانتی ہیں۔وہ عام لوگوں کی طرح شاعروں کی نسبت سماج کی بے اعتنائی کا

ڈھنڈورا نہیں پیٹتی بلکہ وہ سمجھتی ہیں ایسے لوگ اپنے خالص فن کی بدولت کبھی نہ کبھی زمانے پر ضرور چھا جاتے ہیں اور اپنے خلوص بھرے فن سے دنیا کو رام کر لیتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے کتنے ہی نگینے سماجی ناقدری کی وجہ سے گمنام موت مرے لیکن بہت جلد وقت نے انہیں ڈھونڈ نکالا اور وہ آج اپنے اپنے فنون کے حوالے سپہ سالاری کے مرتبے پہ فائز ہیں۔ وہ فن کی خدمت کرنے والے فنکاروں کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہیں۔ انھوں نے شاعروں اور ادیبوں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے:

"وقت بڑی سہولت سے ان کی آنکھوں سے اپنی گرد ہٹا دیتا ہے اور زمانہ ان کے قدموں میں راستوں کی طرح بچھ جاتا ہے۔" (16)

تخلیقِ شعر و ادب شعرا اور ادبا کے لیے ادبی فریضے کی اہمیت رکھتا ہے۔ شعری خدمت سے سرشار شاعر خود کو ہر قسم کے صلے اور انعام سے ماورا اور بلند خیال کرتا ہے۔ وہ تخلیقِ شعر کے صلے میں کوئی انعام نہیں چاہتا بلکہ وہ ایثار اور قربانی کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے۔ ثمینہ راجہ شاعر کو صلے اور انعام سے بلند خیال کرتی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ شعراء کے دلوں میں وسعت پائی جاتی ہے اور وہ پوری کائنات کو اپنے دل میں سمیٹ لینے کی صلاحیت رکھتی ہیں:

"ستائش اور صلے سے بے نیاز لوگ اپنی ہی ذات کے ترفع میں محو ہوتے ہیں۔
ان کے دلوں میں پوری کائنات کو اپنے اندر سمیٹ لینے کی وسعت ہوتی ہے
اور ان کی روحیں جو الوہی نغمے الاپتی ہیں، ابدیت ان پر رشک کرتی ہے۔"
(17)

ثمینہ راجہ کا ایک شعری مجموعہ "اور وصال" کے عنوان سے ہے۔ دیگر شعری مجموعوں کی طرح اس مجموعے کا فلیپ بھی ثمینہ راجہ نے خود لکھا ہے۔ یہ شعری مجموعہ چھیاسٹھ غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کی تمام تر غزلیات ایک ہی بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف جس کے ارکان "مفعولُ، مفاعِلُن، فعولن" ہیں میں لکھی گئی ہیں۔ اس میں ثمینہ راجہ نے ایک ہی بحر میں تسلسل کے ساتھ غزل کی ہیئت میں اپنے احساسات کی پیشکش کیے ہے۔ چوں کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ ایک منفرد قسم کی کاوش ہے۔ لوگوں نے اسے ناصر کاظمی کے مجموعے "پہلی بارش" کی طرح ایک ہیئتی تجربہ قرار دیا۔ ثمینہ راجہ کو لوگوں کے ایسے ردِ عمل کا ادراک پہلے سے ہی تھا۔ اس لیے انہوں نے اس مجموعے پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے اور ایک ہی بحر میں تمام غزلیات لکھنے کی وجہ بیان کرتی ہیں۔ وہ شاعری کو دریافت کا عمل قرار دیتی ہیں۔ لیکن اس دریافت کو وہ شعوری کی بجائے لاشعوری عمل سے جوڑتی ہیں۔ وہ اپنی مسلسل غزل کو شعری تجربے سے تعبیر کرتے ہوئے وضاحت کرتی ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ 95ء اور 96ء پورے دو سال کے دوران یہ بحر مجھ پر بری طرح طاری رہی۔ سو میں نے یہ تمام غزلیں اور زیادہ تر نظمیں بھی اسی

بحر میں لکھیں۔ یہ ایک غیر شعوری اور بے اختیار عمل تھا۔ جبکہ ہیئت کا تجربہ
شاید ایک شعوری عمل ہوتا ہے۔"(18)

فلیپ کے مندرجہ بالا اقتباس میں ثمینہ راجہ نے شعر کی تخلیق کے عمل کو لاشعوری عمل قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہیئت کے حوالے سے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ وہ ہیئت کے تجربے کو شعوری عمل قرار دیتی ہیں۔ زیادہ تر شعرا شعوری سطح پر ہیئت کے تجربات کرتے ہیں۔ لیکن ثمینہ راجہ کے ہاں ہیئت کہ یہ تجربات لاشعوری صورت میں اجاگر ہوتے ہیں۔ انھوں نے ایک ہی بحر کے طاری ہونے کو ایک لاشعوری کیفیت اور عمل سے ہم آہنگ کیا ہے۔

ثمینہ راجہ نے "اور وصال" کے فلیپ میں حقیقت کے ساتھ ساتھ شاعری کا موازنہ کیا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ عمر بھر کا کوئی عمل یا تجربہ جب شعر کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے زندگی کے مختلف عوامل اور معاملات کا تذکرہ کیا ہے:

"زندگی کا کوئی تجربہ، جب شعر میں ڈھلتا ہے تو وہ تجربہ ہوتے ہوئے بھی
تجربہ نہیں رہتا، یعنی مرئی نہیں رہتا، غیر مرئی ہو جاتا ہے۔" (19)

ثمینہ راجہ وضاحت کرتی ہیں کہ شاعری میں حقیقی زندگی کے مختلف نقوش اور رنگ پائے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی نوعیت حقیقی صورت حال سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ اس میں تخیل کی کار فرمائی کے دخل کو اہم قرار دیتی ہیں۔ ثمینہ راجہ نے اپنے فلیپ میں خواب کے اسرار کا کھوج لگانے کی بھی کوشش کی ہے۔

ثمینہ راجہ نے خواب کے اسرار کو جسم کے علاوہ روح کی نوعیت اور روح کی تلاش کا موجب قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ مختلف شعرا کا تذکرہ بھی کرتی ہیں۔ مثلاً ہیومر، رومی وغیرہ۔ ان کے نزدیک خواب کے گورکھ دھندوں اور پر اسراریت نے ایک حساس انسان کو جسم کے ساتھ ساتھ روح کے بارے میں بھی غور و فکر کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور جب کوئی انسان روح کے بھیدوں کو کھولنے کے ٹوہ میں لگ جاتا ہے تو پھر قدرت کئی راز بھی اس پر آشکار کر دیتی ہے۔ جیسے جیسے وہ ان رازوں سے شناسا ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ دنیا سے بے نیاز ہو کر فقط اپنی ذات میں مگن ہو جاتا ہے اور اس بات سے بے فکر ہو جاتا ہے کہ دنیا اس کے قول و افعال کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ وہ بس کہہ دیتا ہے، لکھ دیتا ہے، کر دیتا ہے۔ وہ کہتی ہیں:

"میں تو اتنا جانتی ہوں کہ میں وہ بتا رہی ہوں جو زندگی نے مجھے سکھایا ہے اور
وہ سنا رہی ہوں جو شاعری نے میرے کان میں پھونکا ہے۔ پڑھنے اور سننے
والے اسے کیا سمجھتے ہیں، کیا مقام دیتے ہیں، یہ ان کا مسئلہ ہے۔ محبت کی
طرح شاعری بھی اپنا مسئلہ ہے۔"(20)

فلیپ کے مندرجہ بالا اقتباس میں ثمینہ راجہ نے اپنی شاعری کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ وہ اپنی شاعری کو زندگی کی کہانی قرار دیتی ہیں۔ ہر ہر شعر ان کی ذات کے تجربات پر محیط ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ میں نے اپنے شاعری میں وہی کچھ بیان کیا ہے جو کچھ مجھے زندگی نے میرے کان میں کہا ہے۔

ثمینہ راجہ کے شعری مجموعوں میں لکھے گئے فلیپ ان کی نثر کا نمایاں رنگ پیش کرتے ہیں۔ان میں سے زیادہ تر فلیپ سادہ اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں۔فلیپ کی تحریروں میں انھوں نے اپنے نثری جوہر دکھانے کے بجائے سادگی کے ساتھ مدعا بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے لکھے کہ فلیپ کی تحریر میں سادگی اور سلاست پائی جاتی ہے۔ان کے لکھے گئے فلیپ کی تحریروں میں مختلف موضوعات کی عکاسی ملتی ہے۔انھوں نے اپنے فلیپ کی تحریروں میں شعرا کے مزاج اور تخلیق شعر کے حوالے سے ان کی داخلی کیفیات اور احساسات کی بھی عکاسی کی ہے۔

ثمینہ راجہ کے نثری سرمائے میں شامل ان کے مکاتیب اور فلیپ کی تحریروں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عبارت میں تسلسل اور روانی پائی جاتی ہے۔انھوں نے اپنی تحریروں میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنے سے گریز کیا ہے جن سے عبارت کی روانی متاثر ہوتی ہے اور تسلسل مجروح ہوتا ہے۔وہ عام فہم اور سادہ لفظیات کا استعمال کرتے ہوئے عبارت تحریر کرتی ہیں۔اگر ان کی نثر نگاری کا اجمالی جائزہ لیا جائے تو اس میں سب سے نمایاں خوبی ان کی سادگی اور سلاست کی صورت میں نظر آتی ہے۔

ثمینہ راجہ کی شاعری کی تفہیم میں بھی ان کا نثری سرمایہ اہمیت کا حامل ہے۔انھوں نے اپنی تحریروں میں اپنی شاعری کی مقصدیت اور شاعری کے پس منظر میں محرک کی حیثیت رکھنے والے بعض واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔فکری اعتبار سے ثمینہ راجہ کی نثری تحریریں ان کی شخصیت کی تفہیم میں اہم حیثیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، اصطلاحات، کراچی: بک ٹائم، 2017ء، ص:334

2۔ ثمینہ راجہ، عدن کے راستے پر، راولپنڈی: نواب سنز، 2003ء، فلیپ

3۔ ایضاً

4۔ ایضاً

5۔ ایضاً

6۔ ایضاً

7۔ ایضاً

8۔ ثمینہ راجہ، کتابِ خواب، لاہور: خزینہ علم وادب، 2004ء، فلیپ

9۔ ایضاً

10۔ ایضاً

11۔ ثمینہ راجہ: کتابِ خواب، فلیپ

12۔ ایضاً

13۔ ایضاً

14۔ ثمینہ راجہ، دلِ لیلیٰ، لاہور: ماروا پبلشرز، 2004ء، فلیپ

15۔ ایضاً

16۔ ایضاً

17۔ ایضاً

18۔ ثمینہ راجہ، اور وصال، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 1998ء، فلیپ

19۔ ایضاً

20۔ ایضاً